حضور کے تین رؤیا نیز زورِ دعا کے لوازمات

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ار فروری ۱۹۸۴ء بمقام ناصر آباد سندھ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

پرسوں رات اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے تین مبشر رؤیا دکھائے جو جماعت کے حق میں بہت ہی مبشر اور مبارک ہیں۔ مختصر نظارے تھے لیکن یکے بعد دیگرے ایک ہی رات میں یہ تین نظارے دیکھے اور اس مضمون کو زیادہ قوت دینے کے لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر جماعت کے لئے خوش خبری ہے یہ ایک عجیب واقعہ ہوا کہ میرے ساتھ کے کمرے میں عزیزم مرزا القمان احمد سوتے ہیں، وہ جب صبح اٹھے نماز کے لئے تو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے القا کیا بڑے زور سے کہ آج رات خدا تعالیٰ نے مجھے کچھ خوشخبری دی ہے۔ تو ان کے دل میں یہ ڈالا گیا کہ میں پوچھوں کہ رات کیا بات ہوئی ہے جو خدا تعالیٰ نے خاص طور پر آپ کو خوش خبری عطا فرمائی ہے۔ تو بیک وقت یہ دونوں باتیں مزید اس بات کو اس امید بلکہ یقین کو طاقت دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے ساتھ خاص نصرت اور حفاظت کا معاملہ فرمائے گا۔

پہلی رؤیا میں میں نے دیکھا کہ ایک برآمدہ میں ایک مجلس لگی ہوئی ہے جس حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ساتھ کرسیوں پر دوسرے احمدی بیٹھے آپ کی بات سن رہے ہیں۔ میں جاتا ہوں تو خواب میں مجھے تعجب نہیں ہوتا بلکہ یہ علم ہے کہ اس وقت میں خلیفہ ہوں اور یہ بھی علم ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی اس بات میں آپس میں ٹکراؤ نہیں ہے یعنی ذہن میں

معلوم ہونے کے باوجود کہ آپ فوت شدہ ہیں اس نظارے سے طبیعت میں کسی قسم کا کوئی تردد نہیں پیدا ہوتا۔ آپ کی جب مجھ پر نظر پڑتی ہے تو ساتھ والی کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص کو جن کا چہرہ میں پہچانتا نہیں بہت سے آدمی ہیں لیکن بے نام چہرے ہیں تو اس کو فوراً اشارہ سے کہتے ہیں کرسی خالی کرو اور مجھے پاس بٹھا کر مصافحہ کرتے ہیں اور ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں جس طرح کوئی خلیفۂ وقت کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے اور مجھے اس سے شرمندگی ہوتی ہے مجھے معلوم ہے کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ تم خلیفہ ہو۔ لیکن طبیعت میں سخت شرم محسوس ہوتی ہے اور انکسار پیدا ہوتا ہے۔ تو میں فوراً آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں تو آپ یہ بتانے کے لئے کہ نہیں میرا بوسہ باقی رہے گا تمہارے بوسے سے، یہ (Cancel) نہیں ہوتا، دوبارہ میرے ہاتھ کو پھر بوسہ دیتے ہیں کھینچ کر اور پھر میں محسوس کرتا ہوں کہ اب تو اگر میں نے یہ سلسلہ شروع کر دیا تو ختم نہیں ہوگا اس لئے اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ میں اصرار بند کر دیتا ہوں۔ اس کے بعد مجھے فرماتے ہیں کہ اب تو تم پوری طرح خلافت کا چارج لے لو، اب مجھے رخصت کرو یعنی میری ساتھ رہنے کی ضرورت کیا ہے اب۔ تو میں کہتا ہوں کہ اس میں ایک حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ خلافت کوئی شریکا نہیں۔ کوئی ایسی چیز نہیں ہے دنیا کی جس میں کسی قسم کا حسد یا مقابلہ ہو بلکہ یہ ایک نعمت ہے اور انعام ہے۔ میں دنیا کو بتانا چاہتا ہوں کہ صاحب انعام لوگوں میں آپس میں محبت ہوتی ہے، پیار کا تعلق ہوتا ہے اور کسی قسم کا حسد یا مقابلہ نہیں ہوتا۔ تو یہ مفہوم میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں اور اس کے بعد یہ نظارہ ختم ہو گیا۔

ایک اور بات آپ نے مجھے خواب میں کہی جو مبارک ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ایک بات میں نے کہی ہے اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کے حق میں اچھی ہوگی۔ اس کے بعد یہ نظارہ ختم ہوا تو کچھ دیر کے بعد اسی رات خواب میں صرف یہ چھوٹا سے نظارہ دیکھا ہے کہ حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صاحبزادی اور ہماری پھوپھی ہیں وہ میرے گھر میں داخل ہو رہی ہیں اور اس کے سوا اور کوئی نظارہ نہیں ہے۔ صرف ان کو میں گھر میں داخل ہوتے دیکھتا ہوں اور خواب ختم ہو جاتی ہے۔

تیسری خواب میں دیکھا کہ ایک میز چنی ہوئی ہے اور اس پر ہم کھانا کھا رہے ہیں اور میرے دائیں جانب حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ بیٹھی ہوئی ہیں اور بڑے خاص پیار اور محبت کے ساتھ

میرے ساتھ کھانے میں شریک ہیں۔ تو یہ تینوں خوابیں اوپر تلے نظر آنی اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت کی طرف دلالت کر رہی ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ جماعت کو غیر معمولی نصرت بھی عطا فرمائے گا اور اگر کچھ حالات مخدوش پیدا ہوئے تو خدا خود حفاظت بھی فرمائے گا اور ہمیں کسی غیر کی حفاظت کی ضرورت نہیں ہے اور پھر انجام میں خدا تعالیٰ ایک دعوت دکھاتا ہے اور نواب مبارکہ بیگم صاحبہ جن کے متعلق الہاماً خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ''مینوں کوئی نہیں کہہ سکدا ایسی آئی جنیں ایہہ مصیبت پائی۔'' (تذکرہ صفحہ: ۲۷۷) یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پنجابی میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے متعلق ہوا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ نام بھی مبارک ہے اور ان کی معیت بھی مبارک ہے اور کبھی یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ آئیں اور کوئی مصیبت ساتھ باقی رہے ان کے آنے سے مصیبتیں ٹل تو جائیں گی آ نہیں سکتیں ساتھ اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔

تو معنوی لحاظ سے بھی اور الہامات کی روشنی میں ہر لحاظ سے یہ خوابیں اور جو ایک ترتیب میں آئی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے لئے بہت ہی مبارک ہیں۔ اور مجھے اندازہ ہے نظر آ رہا ہے بلکہ کہ خدا تعالیٰ جلد جلد انشاء اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ جماعت کو غیر معمولی تائیدی نشان دکھائے گا۔ لیکن ان مبشرات کا ایک تقاضا بھی ہے اس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم کے ساتھ کچھ تائیدی نشان دکھاتا ہے تو اس کے مقابل پر جماعت پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور پہلے خوش خبریاں دکھانا ایک یہ پیغام بھی رکھتا ہے کہ ان خوش خبریوں کے اہل بننے کی کوشش کرو اور ان کے مستحق ہونے کے لئے جدو جہد کرو۔

جہاں تک محنت اور کوشش کا تعلق ہے یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ جماعت پہلے کی نسبت بہت تیزی کے ساتھ مستعد ہوتی جا رہی ہے۔ ایسی جماعتیں جہاں دعوت الی اللہ کا کوئی گمان بھی نہیں تھا تصور بھی کوئی نہیں تھا اور اس ضلع میں بھی ایسی جماعتیں موجود ہیں جو خدا کے فضل سے بڑی تیزی کے ساتھ دعوت الی اللہ کے کام میں مصروف ہو رہی ہیں اور جس طرح ایک بھنبھناہٹ ہوتی ہے اس طرح ایک رو چلی ہوئی ہے جماعت میں کہ ہم اپنے رب کی طرف اس کے بندوں کو بلائیں اور کامیاب دعوت الی اللہ دیں۔

یہ جذبہ اور شوق تو ہر جگہ موجود ہے لیکن ہر جگہ برابر پھل نہیں لگ رہے۔ بعض علاقوں میں

خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ اس دعوت الی اللہ کے کام کو روحانی ثمر عطا ہو رہے ہیں، میٹھے پھل مل رہے ہیں اور بعض علاقوں میں کام کی رپورٹیں تو ہیں لیکن پھل نظر نہیں آرہا یعنی جتنا کام نظر آتا ہے اس کی نسبت سے محنت کو پھل نہیں لگ رہا۔ ان حالات کا جائزہ لینے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کو دعا کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دلاؤں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ دعا کے بغیر کوئی محنت بھی ثمر بار نہیں ہوا کرتی۔ جن جگہوں میں اللہ تعالیٰ محنت کو زیادہ پھل دے رہا ہے وہاں معلوم ہوتا ہے بلکہ بعض صورتوں میں تو میرے علم میں وہ لوگ ہیں جو بہت دعا گو ہیں اور کثرت کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور کوئی ان میں تکبر نہیں ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہماری کوششوں کے نتیجہ میں کچھ ہوگا۔ وہ کلیتہً انکساری اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سپرد معاملات کرتے ہیں اور محنت کرنے کے باوجود بھی فخر نہیں کرتے بلکہ شرم محسوس کرتے ہیں کہ ہم سے کمی ہوگئی اور دعا کرتے بھی ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ جتنی کوشش کرنی چاہئے تھی وہ ہم کر نہیں سکے اور ابھی بہت خامیاں باقی رہ گئی ہیں۔ ایسی جگہوں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی تیزی کے ساتھ تبلیغ کو اللہ تعالیٰ پھل عطا فرما رہا ہے اور حیرت انگیز طور پر ان کی باتوں میں اثر پیدا ہے اور جہاں ان کی باتیں اثر نہیں پیدا کرتیں وہاں اللہ تعالیٰ رؤیا اور مبشرات کے ذریعہ لوگوں کو کھینچ کر لا رہا ہے۔

تو صاف پتہ چلتا ہے کہ جن علاقوں میں محنت تو موجود ہے لیکن محنت کو پھل نہیں لگ رہا وہاں دعاؤں میں کمی ہے یا اپنی کوشش پر انحصار زیادہ ہو گیا ہے یا ایک فخر اور تکبر کا کیڑا پیدا ہو گیا ہے کہ ہم لوگ گویا زور بازو سے دنیا میں تبدیلی پیدا کرلیں گے ایسا واقعہ کبھی رونما نہیں ہوا۔ روحانی دنیا کے انقلابات ہمیشہ منکسر بندوں کو عطا ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور کامل عاجزی رکھتے ہیں اور عاجزی کا رویہ رکھتے ہیں، اپنے اوپر انحصار نہیں کرتے بلکہ خدا تعالیٰ پر انحصار کرتے ہیں اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تمام انبیاء نے جب اپنی ساری کوششیں کرلیں اور ساری ظاہری کوششیں ناکام ہوگئیں تب بشدت ان کی توجہ دعاؤں کی طرف منتقل ہوئی اور یہ دعا ہی تھی جس نے پھر وہ انقلاب برپا کیا۔

چنانچہ قرآن کریم کی آیات سے استنباط کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت کو توجہ دلاتے ہیں کہ ان قرآنی بیانات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ روحانی جماعتوں کو کوشش

بہر حال کرنی چاہئے اور کوشش میں انتہا کر دینی چاہئے۔ کوئی کسر نہ چھوڑے اپنی طاقت کے لحاظ سے ۔لیکن یہ خیال کہ ان کی کوشش کامیاب ہو جائے گی اور دنیا کو بدل دے گی یہ غلط خیال ہے یہ جھوٹا وہم ہے۔ کوشش پوری کرنے کے بعد آپ مثالیں دیتے ہیں کہ انبیاء سے بہتر کوشش اور کون کر سکتا ہے لیکن جب ان کی کوششیں بظاہر بے کار ہوتی دکھائی دیں کوئی اثر ان کا نظر نہیں آتا تھا تب بڑے زور سے جب خدا تعالیٰ کی طرف وہ دعا کے ساتھ مائل ہوئے تو اچانک وہ انقلابات رونما ہونے شروع ہو گئے جن کا وعدہ دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام قرآن کریم کی اس آیت سے بھی استنباط فرماتے ہیں۔

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۶﴾ (ابراھیم: ۱۶)

کہ جب انہوں نے دیکھا کہ ظلم حد سے بڑھتا جارہا ہے اور متکبر لوگ اور سرکش لوگ باز نہیں آتے وہ جتنی دفعہ بھی کوشش کرتے ہیں ان کو سمجھانے کی وہ اس کوشش کو ردّ کر دیتے ہیں۔ تب وہ خدا کی طرف متوجہ ہوئے وَاسْتَفْتَحُوْا اور عرض کی کہ اے اللہ! ہم فتح تجھ سے مانگتے ہیں ہماری کوئی کوشش کامیاب نہیں ہے، ہماری ساری تدبیریں باطل ہیں اب ہم تیرا در کھٹکھٹاتے ہیں اور بڑے عجز کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ تو فتح عطا فرما۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ کہا، یہ طریق اختیار کیا تو خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ۔ ہر سرکش کو خدا تعالیٰ نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اس کی ہر تدبیر کو ناکام کر دیا اس کی ہر طاقت کو کمزوری میں بدل دیا اور کامل طور پر فتح عطا فرمائی ۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی مثال دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ نوحؑ کے اختیار میں کب تھا کہ مخالفین کو ہلاک کرتا۔ یہ دعا ہی تھی جو آسمان سے پانی بن کر برسی اور زمین نے چشمے اگل دیئے جس نے نوحؑ کے سارے مخالفین کو ہلاک کر دیا اور نوحؑ کے تمام متبعین کو اللہ تعالیٰ غیر معمولی طور پر اس ہلاکت سے بچا لیا۔ پھر فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کا نوحؑ بنایا ہے۔

پس آپ جو نوحؑ کی کشتی میں بیٹھنے والے ہیں اگر آپ واقعۃً دنیا کو ہلاکت سے بچانا چاہتے ہیں اور خود بھی ہلاکت سے بچنا چاہتے ہیں تو دعائیں کریں ۔وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۶﴾ لیکن اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اور نکتہ کی

طرف بھی توجہ دلاتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ پہلے انبیاءؑ سے میری مشابہت ایسی نہیں کہ محدود ہو یعنی ان کی کامیابیوں تک محدود ہو بلکہ مجھ میں اور گزشتہ انبیاء میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے ایک فرق پڑ چکا ہے۔مثلاً ایک فرق آپ یہ بتاتے ہیں کہ مسیحؑ نے جب دعا کی تو وہ تقدیر جو بظاہر مبرم نظر آتی تھی کہ صلیب پر اس مسیحؑ کا مرنا مقدر ہے اور صلیب سے کوئی بچتا دیکھا نہیں گیا تھا اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ کی دعا سے مسیحؑ کو اس ہلاکت سے بچالیا اور بظاہر غالب تقدیر کو ٹال دیا۔فرمایا مجھ میں اور مسیحؑ میں فرق یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو ہلاکت سے بچانے کا ایسا فکر مند نہیں جتنا زمانہ کو ہلاکت سے بچانے کے لئے بے قرار ہوں اور میری دعاؤں سے اللہ تعالیٰ زمانہ کو بچائے گا۔انسان کو ہلاکت سے بچائے گا۔تو ان دونوں چیزوں میں بہت بڑا فرق ہے اس لئے آپ بھی نوحؑ کی کشتی میں بیٹھ کر یہ دعا نہ کریں کہ دنیا ہلاک ہو اور آپ بچائے جائیں بلکہ مسیح موعودؑ کے غلام ہونے کے لحاظ سے آپ کا فرض یہ ہے کہ یہ دعا کریں کہ اے خدا! دنیا کو بھی ہلاکت سے بچا اور ہمیں بھی ہلاکت سے بچا۔

لیکن دعائیں کرنے کے لئے دعاؤں کے ساتھ کچھ لوازمات ہیں وہ ضرور حاصل ہونے چاہئیں محض منہ کی دعائیں تو کام نہیں آیا کرتیں۔ بہت سے لوگ شکوہ کرتے ہیں کہ ہم تو دعائیں کرتے ہیں دعا قبول نہیں ہوتی ، دعا کے فلسفہ کو بار بار سمجھنا چاہئے اور یہ فلسفہ بڑی تفصیل کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں ملتا ہے۔اتنا تفصیل سے آپ نے دعا کے مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ آپ کے سوا کوئی انسان بھی ایسا نہیں ملے گا آپ کو جس نے قرآن اور سنت سے استنباط کرتے ہوئے قرآن اور آنحضرت ﷺ کے فرمودات پر مبنی دعا کا فلسفہ بیان کیا ہو اور اتنی باریکی اور اتنی تفصیل سے بیان کیا ہو۔اس کا ہزارواں حصہ بھی کسی اور عالم کو توفیق نہیں مل سکتی کیونکہ وہ صاحبِ تجربہ نہیں ، بڑے بڑے عارف باللہ گزرے ہیں لیکن جس تفصیل سے اور جس باریکی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی طرف توجہ دلائی اور اس کا فلسفہ بیان فرمایا ویسی کسی اور کو توفیق نصیب نہیں ہوئی۔تو آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کریں تو آپ کے سارے شکوے دور ہو جائیں گے کہ کیوں خدا آپ کی نہیں سنتا ، اگر نہیں سنتا؟ اور وہ بیماریاں معلوم ہو جائیں گی جن کی وجہ سے دعائیں نامقبول ہوتیں ہیں اور وہ گُر معلوم ہوں گے جن کی وجہ سے غیر معمولی دعاؤں میں قوت آتی ہے۔

ہر احمدی کو دعا کے معاملہ میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا چاہئے۔ دعا کے لئے خلیفہ وقت کو یا کسی بزرگ کو لکھنا ایک روحانی تعلق کے لئے ضروری ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بعض مناصب کی عزت رکھتا ہے ان سے خاص نصرت کا سلوک فرماتا ہے اس لئے زیادہ دعائیں قبول بھی کرتا ہے لیکن یہ کافی نہیں ہے ہرگز کافی نہیں ہے، کافی یہ ہوگا کہ ہر احمدی دعا گو احمدی بن جائے اور دعاؤں کا گُر سیکھ لے اور مقبول الدعوات ہو جائے، اس کی دعائیں عرش پر سنی جائیں اور مقبول ہوں اور وہ اپنے علاقہ کے لئے ولی بن جائے جس کی برکت سے علاقہ کی تقدیر بدلی جائے۔ ہمیں تو بکثرت بلکہ لکھوکھا ایسے اولیاء کی ضرورت ہے جو خود دعا گو ہوں اور جن کی دعاؤں کو خدا پیار اور محبت کی نظر سے دیکھنے والا ہو اس لئے دعا کے فلسفے کو سمجھنا بہت ہی ضروری ہے اور بار بار آپ اس کی طرف توجہ کریں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بعض لوگ صرف اپنی غرض کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں ان کی دعا میں اور ان لوگوں کی دعاؤں میں فرق ہے جو غیروں کی اغراض کے لئے دعائیں کرتے ہیں جو دوسروں کا دکھ محسوس کر کے ان کے لئے تڑپتے اور ان کے لئے بے قرار ہوتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ ان کی دعائیں اگر وہ اپنے لئے نہ بھی کریں تب بھی مقبول ہو رہی ہوتی ہیں۔ وہ جو نہیں بھی مانگتے خدا کی نظر ان پر ہوتی ہے کیونکہ ان کی نظر خدا کے بندوں پر ہوتی ہے اس لئے دعا کی مقبولیت کا ایک یہ گر بھی ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ عین مصیبت پڑ جائے تو پھر دعا کی طرف توجہ ہو اس میں خدا تعالیٰ سے ایک استغناء کا رنگ پایا جاتا ہے۔ یعنی عام طور پر تو خدا کے دربار میں حاضر نہ ہو لیکن جب مصیبت پڑے تو آئے، ایسے شخص کی مثال ویسی ہی ہے جیسے آپ کے پاس کوئی شخص ویسے تو قریب نہ پھٹکے آپ سے کوئی تعلق کا اظہار نہ کرے لیکن جب کام پڑے تو آیا کرے۔ ایک دو دفعہ تو شاید آپ حسن سلوک بھی کر لیں اس کے بعد آپ اس سے تنگ آجائیں گے کہ یہ تو بڑا خود غرض انسان ہے صرف اس وقت آتا ہے جب اس کو کوئی مصیبت پڑتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے اس کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ انسان اپنی فطرت میں ڈوب کر خدا کے رنگ سیکھ سکتا ہے اور اپنے رب کو پہچان کر اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ دعا میں یہ رنگ پیدا کرو کہ ابھی تمہیں کوئی ضرورت نہ بھی پڑی

ہو، کوئی مشکل نہ بھی ہو تب بھی اپنے رب سے پیار کا تعلق بڑھاؤ اور اس سے دعائیں کرتے رہو۔ فرمایا بعض اوقات بعض مصیبتیں اس طرح اچانک آجاتی ہیں کہ اگر پہلے سے دعاؤں کا خزانہ موجود نہ ہو تو اس وقت دعا کا وقت بھی انسان کو نہیں ملتا۔ بعض ناگہانی آفات ہیں، بعض اچانک رونما ہونے والے حادثات ہیں فرمایا کہ اس کے لئے اہل اللہ کے کام آنے والے پہلے سے دعا کے مقبول خزانے موجود ہوتے ہیں جو اس وقت ان کے کام آتے ہیں تو ایک اور گر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے۔

مختلف فرمودات پر نظر ڈالنے سے دعا کے مضمون پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرمائے خلاصۃً تین چیزیں ایسی ملتی ہیں جن کے بغیر دعا میں طاقت پیدا نہیں ہوتی۔ دعا یا تو غم سے قوت پاتی ہے یا دعا شکر سے قوت پاتی ہے اور یا محبت سے قوت پاتی ہے۔ اس خوشی سے قوت پاتی ہے جو شکر میں تبدیل ہو جائے یعنی غم کے مقابل پر خوشی ہے لیکن محض خوشی سے دعا کو طاقت نہیں ملتی بلکہ اس خوشی سے طاقت ملتی ہے جو شکر میں تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ تینوں باتیں قرآن کریم سے ہی نکلی ہیں اور آنحضرت ﷺ نے بھی مختلف رنگ میں اس مضمون کو بیان فرمایا۔ تو وہ شخص جو دعا کرتے وقت نہ غمگین ہو اور نہ احساس شکر رکھتا ہو خدا تعالیٰ کے احسانات کو یاد کر کے اور ان خوشیوں کو پیش نظر نہ رکھے جو خدا نے عطا فرمائیں اور وہ شخص بھی جو خدا تعالیٰ کی محبت یا اپنے مقصد کی غیر معمولی محبت نہ رکھتا ہو اس شخص کی دعا بالکل خشک دعا ہوتی ہے اسے پھل نہیں لگ سکتا، خشک درختوں کو کیسے پھل لگے گا۔ خشک ٹہنیاں تو جلانے کے کام آسکتی ہیں ان میں نشوونما کوئی نہیں ہوتی، ان میں سبزہ پیدا نہیں ہوتا۔

پس یہ تین طاقتیں ہیں آپ دعا سے پہلے کسی نہ کسی طاقت سے تعلق جوڑیں۔ ان طاقتوں کے بغیر ناممکن ہے کہ دعا میں مقبولیت پیدا ہو مثلاً سلسلہ کے لئے جو دعائیں دل سے اٹھتی ہیں ان میں لازماً اس کے پیچھے ایک غم کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو عشق رکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے، آنحضرت ﷺ سے ان کا دل کٹتا رہتا ہے اس غم میں کہ لوگ کیوں بدزبانی کرتے ہیں اور کیوں ان سے دور ہیں اور ان کو نہیں سمجھ سکتے اور ان کے مقام کو نہیں پہچانتے۔ تو اپنے محبوب کے خلاف باتیں سننے سے دل میں ایک شدید غم پیدا ہوتا ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب لیکھو (لیکھرام) کے متعلق بددعا کی تو اس کے پیچھے حضرت رسول اکرم ﷺ کی غیرت

کارفرما تھی۔ اس قدر دل آپؑ کا اس قدر غم سے کٹتا تھا کہ برداشت سے باہر ہورہا تھا اور وہ ساری دعائیں جو لیکھو سے تعلق رکھتی ہیں ان کو آپ پڑھ کر دیکھیں ان کے پیچھے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی غیرت کارفرما ہے۔ بار بار مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے رہے اور اسے سمجھاتے رہے کہ تم جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہو یہ چیز میری برداشت سے باہر ہے اس طرح میرا دل کٹ جاتا ہے کہ میں جو دعاؤں کے لئے مامور کیا گیا ہوں تمہارے لئے میرے دل سے بددعا نکل جاتی ہے اس لئے اس بددعا سے بچو اور میرے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف بدزبانی سے کام نہ لو۔

اسی طرح وہ احمدی جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق ہے جب وہ گالیاں سنتا ہے تو اس کو پہلے یہ خیال نہیں آتا کہ یہ مولوی میرے خلاف آگ لگانے والے ہیں، میرے مکان کا کیا بنے گا؟ میرے بچوں کا کیا ہوگا؟ سب سے پہلے اس کے دل پر چوٹ لگتی ہے محبت کی اور وہ سوچتا ہے کہ کب تک ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف گالیاں سنیں گے۔ اس غم سے جو دعا اٹھتی ہے جس کی جڑیں اس غم میں پیوستہ ہوتی ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ دعا نامقبول ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دینی شروع کیں مجلس میں اور ایک صحابی جو موجود تھے ان سے برداشت نہ ہوا اور انہوں نے آگے سے کچھ سخت کلامی کی یا کوشش کی پکڑنے کی تو حضرت مسیح موعود علیہ والسلام نے روک دیا سختی سے اور فرمایا صبر سے کام لیں، صبر کرنا چاہئے۔ اس پر بے ساختہ جواب انہوں نے یہ دیا کہ اپنے پیارے کے خلاف باتیں سن کر آپ سے تو صبر ہوتا نہیں اور ہمیں کہتے ہیں ہم آپ کے خلاف باتیں سن کر صبر کریں یہ نہیں ہم سے ہوسکتا۔ اس کے باوجود احترام ادب اور عشق کا یہ بھی تقاضا تھا کہ کامل فرمانبرداری اختیار کی جائے اس لئے وہ باز تو رہے لیکن دل کی ایک ایسی بات کر گئے جس میں بڑی حکمت ہے لیکن اس فرق کو نہیں سمجھ سکے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے صبری اور ان کی بے صبری میں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو عارف باللہ تھے۔ آپؑ کو وہ شخص لاجواب نہیں کرسکا کیونکہ اگر آپ غور کریں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صبر تو خدا کے حضور گریہ وزاری میں ٹوٹا کرتا تھا دنیا میں تو نہیں ٹوٹتا تھا، خود اس کے

خلاف ہاتھ تو نہیں اٹھایا کرتے تھے۔ گالیوں کے جواب میں گالیاں تو نہیں دینے لگ جایا کرتے تھے۔ اس لئے بعض لوگ یہ واقعہ بیان کرتے ہیں سیرت کے دوران تو وہ جماعت کو اس کا صحیح مفہوم نہیں پہنچا سکتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوب کرارا جواب دیا اور یہ جہالت کی بات ہے یہ عرفان کی کمی کے نتیجہ میں نتیجہ نکلتا ہے۔ اس کے جواب میں صرف ایک فلسفہ تھا کہ ہم بے قرار ہیں محبت میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ جہاں تک اُس کی طرز عمل کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو صحیح روکا کیونکہ آپ جب لیکھرام سے بدزبانی سنتے تھے تو اس کو تو گالیاں نہیں دیتے تھے۔ آپؑ تو اپنے خدا کے حضور تڑپ تڑپ کر دعائیں کیا کرتے تھے اس لئے دعا میں ایک غم کی حالت پائی جانی ضروری ہے اور وہ غم کی حالت بعض دفعہ اتنی شدید ہو جاتی ہے کہ ایک دہریہ اور مشرک کا غم بھی خدا تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور ایک غمگین اور مضطر کی دعا کو قبول کر لیتا ہے۔ لیکن وہ دعائیں جو اللہ کے لئے کی جائیں اور اس کے دین کے لئے کی جائیں اور اس کے دین کا غم اس کے پیچھے ہو ان دعاؤں میں اور عام دعاؤں میں زمین و آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے۔

پس احمدیت کے لئے آپ جب دعائیں کریں تو خشک منہ سے دعائیں نہ کریں بلکہ غم محسوس کریں اور یہ غم کئی قسم کے ہیں۔ بنی نوع انسان سے جتنی سچی ہمدردی ہو اتنا ہی بنی نوع انسان کو بھٹکتا دیکھ کر ان کے لئے درد پیدا ہوتا ہے۔ مائیں بچوں کے لئے غم محسوس کرتی ہیں اگر ان کو غلط راہ پر دیکھیں تو جل جل کر کڑھ کڑھ کر جان دے دیا کرتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی دعاؤں میں جو طاقت تھی اس کے پیچھے یہ غم کام کر رہا تھا کیونکہ آپؐ کو ماں سے بہت زیادہ محبت تھی بنی نوع انسان سے اللہ کی مخلوق سے آپؐ ایسا پیار کرتے تھے کہ کبھی کسی ماں نے ایسا پیارا اپنے بچے کو اتنا پیار نہیں دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپؐ کی دعاؤں کا سر چشمہ جو آپ غیروں کے لئے کرتے تھے اس بات میں تھا کہ

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴿۷﴾ (الکہف:۷)

کہ اے محمدؐ! تو ان لوگوں کے غم میں جو تیری مخالفت کر رہے ہیں جو تجھے دکھ دے رہے ہیں، جو تجھے گالیاں دے رہے ہیں اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا۔ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا

کہ یہ ایمان نہیں لاتے اور اپنا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ میں ایک عجیب مضمون بیان ہوا ہے۔

ایک جگہ قرآن کریم فرماتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۴﴾ (الشعراء :۴) اور ایک اور جگہ یہ فرمایا ہے فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴿۷﴾۔ اٰثَارِهِمْ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی قافلہ ہلاکت کی طرف گزر گیا ہو اور پیچھے نشان چھوڑتا جارہا ہو۔ جیسے آگ میں داخل ہونے کے لئے یا ہلاکت کے گڑھے میں جانے کے لئے کچھ لوگ گزر رہے ہوں اور آواز نہ سن رہے ہوں بلانے پر واپس نہ لوٹیں، ان کے نشانوں کو دیکھ کر کوئی تاسف سے رو رہا ہو اور اپنے خدا کے حضور عرض کر رہا ہو کہ اے خدا! اس قوم کو کیا ہو گیا ہے میں بلاتا ہوں، میں ان کے لئے دکھ محسوس کرتا ہوں۔ میں کٹ رہا ہوں غم سے لیکن یہ میری بات کو نہیں سنتے۔ وہ اسف اور غم کھا رہا ہے جو قوم کو غلط رستے پر چلتے ہوئے دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی غلامی کا دم بھرتے ہیں تو ویسا دل بھی تو پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اتنا نہ سہی اپنے ماحول کی تباہی کو دیکھ کر کچھ نہ کچھ غم دل میں پیدا ہونا چاہئے۔ اگر نہیں ہے تو پھر آپ کی دعاؤں میں کوئی بھی اثر پیدا نہیں ہوگا۔ ہر چیز کے لئے طاقت ہونی چاہئے۔ کتنی بڑی کار کسی کے پاس ہو کتنا بڑا جہاز ہو جب تک اس میں پٹرول یا ڈیزل ہی نہیں ہے اس بچارے نے چلنا کہاں سے ہے۔

تو دعائیں صرف ایک منہ سے کچھ بڑ بڑانے یا بُننے کا نام نہیں ہے کچھ تخیّل تعمیر کرنے کا نام نہیں ہے۔ جب تک اس تخیّل میں قوت داخل نہیں ہوتی اس وقت تک وہ تخیّل اڑ نہیں سکتا، وہ کام نہیں کر سکتا، وہ کوئی جلوے نہیں دکھا سکتا۔ پس اپنی دعاؤں کو محروم نہ کریں طاقت سے۔ ایک ذریعہ غم ہے اور غم سچی ہمدردی سے پیدا ہوتا ہے اس لئے اسلام کے لئے سچی محبت اور ہمدردی کریں اور اگر یہ نہیں ہوتی تو اسے عادت ڈالیں، گردوپیش پر نظر ڈال کر اور اس کے لئے اپنے نفس کو تیار کریں جس طرح ایک انسان ورزش کے ساتھ اپنے آپ کو تیار کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فلسفہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں

کہ اگر دعاؤں میں لذت پیدا نہ ہو، خشوع نہ ہو، طاقت نہ آئے اور انسان محسوس کرے کہ بے طاقتی کا سا عالم ہے اور اس کے باوجود تھکے نہیں اور مایوس نہ ہو اور تکلّف سے کوشش شروع کردے۔ اگر رونا نہیں آتا تو خدا کے حضور بناوٹ سے رونے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی حالت پر رحم آجائے گا۔ وہ درد جو مصنوعی طور پر اپنے چہرہ پر ظاہر کر رہا ہے اس کے دل میں لازماً اتر جائے گا یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں پھر فرماتے ہیں خدا سے دعا کرو اور یہی دعا کرو کہ اے خدا! میں کیا کروں میری دعا میں لذت نہیں ہے، میری دعا میں طاقت نہیں ہے تو مجھے طاقت عطا فرما۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ غیر معمولی طور پر دعا کی توفیق عطا فرمائے گا۔

دوسرا جذبہ جس سے دعا طاقت پکڑتی ہے وہ خوشی ہے غم کے مقابل پر خوشی ہے لیکن خوشی وہ جو شکر میں بدلے۔ خالی خوشی کوئی بھی معنی نہیں رکھتی لیکن کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ نے دونوں خزانے عطا فرمائے ہوئے ہیں اور ان دونوں خزانوں سے ناواقف ہے اور ان کا استعمال نہیں جانتا۔ جس طرح پس ماندہ قوموں میں جو سائنس کے مضمون میں بہت پیچھے رہ گئی ہیں خدا تعالیٰ بڑے خزانے عطا کرتا ہے آبشاریں اور دوسری معدنی طاقتیں لیکن وہ بیچاری لاعلمی کی وجہ سے ان سے استفادہ سے محروم رہ جاتی ہیں، ان کو پتہ نہیں کہ پانی سے کس طرح فائدہ اٹھانا ہے، کانوں سے کس طرح فائدہ اٹھانا ہے، تیل سے کس طرح فائدہ اٹھانا ہے تو خدا تعالیٰ نے کسی میں یہ دو خزانے عطا کئے ہیں بنی نوع انسان کو اور اس میں کسی میں فرق نہیں کیا۔ یا غم ہے یا خوشی ہے اور قرآن اور سنت ہمیں بتاتے ہیں کہ اہل اللہ ان دونوں چیزوں کو طاقت میں تبدیل کر دیتے ہیں اور اپنے فائدہ کے لئے عظیم الشان کام ان سے لیتے ہیں۔ غم بھی خدا کی طرف منتقل کر دیتا ہے اور خوشی بھی خدا کی طرف منتقل کر دیتی ہے لیکن وہ خوشی جو شکر میں تبدیل ہو۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۷﴾

(السجدۃ:۱۷)

وہ اللہ تعالیٰ کو خوف کی وجہ سے بھی یاد کرتے ہیں اور طمع کے وقت بھی یاد کرتے ہیں جب انہیں کسی چیز کے ملنے کی خوشی ہوتی ہے۔ جب انہیں کوئی امید پیدا ہوتی ہے اس وقت بھی خدا یاد آجاتا ہے جب کچھ ہاتھ سے ضائع ہوتا ہے یا ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے تب بھی انہیں خدا یاد آتا ہے۔

تو یہ طاقتیں ہیں جن کو قرآن کریم دعا میں تبدیل کرنے کی ہدایت دے رہا ہے فرما رہا ہے کہ یہ دعائیں ہیں جو مقبول ہوا کرتی ہیں۔ لیکن اکثر لوگ جو خوش ہوتے ہیں اس وقت خدا کو بھول جاتے ہیں اور غم کے وقت یاد آتا ہے صرف اور غم کے وقت بھی جس طرح یاد آنا چاہئے اس کا پورا سلیقہ ان کو نہیں ہوتا کیونکہ بعض دفعہ غم کے وقت وہ مایوسی کا اظہار بھی کرتے ہیں، تقدیر کا شکوہ بھی شروع کر دیتے ہیں، یہ بھی کہنے لگ جاتے ہیں کہ یہ خدا کا کیا معاملہ ہے کہ کسی کو کچھ دے دیا اور کسی کو کچھ، ہم سے چھین لیا فلاں سے نہ چھینا۔ تو اکثر غم بھی ضائع کر دیتے ہیں۔ یعنی جس طرح پانی سیلاب بن کر نقصان تو پہنچا دیتا ہے لیکن بجلی کی مشینوں کو نہیں چلا سکتا۔ وہ قومیں جن کو طاقتوں سے کام لینے کا سلیقہ نہ آئے ان کا یہی ہوتا ہے۔ سیلاب ان کے ہاں بھی آتے ہیں لیکن ہلاکت کا موجب بن جاتے ہیں اور جن کے ہاں سلیقہ ہوتا ہے جن کے پاس وہ سیلابوں کو دیکھ کر ان کو Dames میں تبدیل کرتے ہیں۔ بند باندھتے ہیں پھر ان سے طاقت لیتے ہیں۔ قرآن کریم بھی بڑا ایک سائنٹیفک مذہب ہے اور بڑی باریکی کے ساتھ حکمت اور فلسفہ کے ساتھ آپ کو راہ سمجھا رہا ہے کہ کس طرح عام چیزوں سے استفادہ ہونا چاہئے خدا نے عطا کی ہیں۔ غم سے بھی اور خوشی سے بھی لیکن جیسا کہ غم سے بھی پورا استفادہ نہیں کیا جاتا خوشی سے تو اکثر اوقات ہوتا نہیں استفادہ۔ جب خوشی ملتی ہے تو انسان کہتا ہے دیکھو میری چالاکی سے مجھے یہ فائدہ ہو گیا یا خوشی ملتی ہے تو کہتا ہے میری قسمت کا ستارہ دیکھو کتنا بلند ہے۔ خوشیوں کے لئے ہی میں پیدا کیا گیا ہوں۔ خوشیاں ملتی ہیں تو خدا کو بھی بھول جاتا ہے اور بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرنا بھی بھول جاتا ہے۔ اپنی ذات میں مگن ہو کہ اس میں ایک تکبر پیدا ہو جاتا ہے وہ بھی مستغنی ہوتا ہے بنی نوع انسان سے لیکن خدا کے رنگ میں نہیں شیطان کے رنگ میں۔ اس میں ایک تکبر کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے میں خوش ہوں اور یہ خوشیاں میرے لئے ہیں جو غموں میں مبتلا ہیں بے شک جہنم میں جائیں مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں۔ تو خوشیاں بھی ضائع جاتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے نہ غم ضائع جاتے تھے اور نہ خوشی ضائع جاتی تھی۔ ایک دفعہ آنحضور ﷺ ساری رات خدا کے حضور روتے اور گریہ وزاری کرتے رہے اور صبح جب نماز کے لئے باہر نکلے تو حضرت بلالؓ نے یہ پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کو تو خدا نے ایسی بخشش کی خوش خبری دی ہے کہ

پہلی اور اگلی ہر قسم کی غلطیاں معاف ہیں۔ جس کو اس دنیا میں اتنی عظیم الشان خوش خبری مل جائے اس کو کیا ضرورت ہے رونے اور گریہ وزاری کی۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں عبد شکور نہ بنوں۔ کیا میں خدا کا شکر ادا نہ کروں کہ اس نے مجھ پر اتنے انعام فرمائے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب لیغفر لک ما تقدم من ذنبک) تو دیکھئے کہ ایک عارف باللہ کی خوشیاں بھی شکر میں ڈھلتی ہیں تو دعا بنتی ہیں اور شکر کے آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں۔

یہ خزانہ تو ہر انسان کو کسی نہ کسی شکل میں ملا ہی ہوا ہے۔ خوشیاں تو کسی نہ کسی وقت میسر آتی ہیں انسان کو، صبح جب آنکھ کھولتا ہے صحت کے ساتھ تو عبد شکور اس بات کو بھی شکر میں تبدیل کر دیتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جو دعائیں سکھائیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؐ کیسے عبد شکور تھے۔ کوئی زندگی کا موڑ نہیں، کوئی تبدیلی نہیں جس میں آپؐ نے شکر کے کلمے بیان نہیں کئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کر کے خدا کے فضل نہیں مانگے۔ جب نئے کپڑے پہنتے تھے اللہ کا شکر کرتے تھے، جب نئے موسم کا پھل آتا تھا خدا کا شکر کرتے تھے، جب آنکھ کھولتے تھے دوبارہ تو شکر کرتے تھے کہ خدا نے مجھے اس نیند سے جو ایک موت کی بہن ہے دوبارہ زندگی عطا فرمائی ہے۔ کوئی لمحہ اور کوئی تبدیلی زندگی کی ایسی نہیں تھی جس میں آپؐ خوشی کو محسوس نہ کریں اور اس خوشی کو شکر میں تبدیل نہ کر دیں۔

خوشیاں تو آپ کو نصیب ہوتی ہیں اور نصیب ہو رہی ہیں مثلاً اچھا موسم ہو، اچھی مجلس ہو اطمینان سے بیٹھے ہیں، کوئی تکلیف نہیں، کوئی دکھ نہیں اگر عبد شکور ہے تو اس بات کا بھی احساس کرے گا کہ یہ اللہ کا فضل ہے۔ ایک انسانی مشینری کا ایک چھوٹا سا کل پُرزہ بھی ذرا سا بگڑ جائے تو سارا جسم تکلیف محسوس کرنے لگ جاتا ہے، لاکھوں کروڑوں فضل اللہ تعالیٰ کے ہر وقت آپ پر ہو رہے ہیں جو آپ آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں اور جب آپ تکلیف محسوس کرتے ہیں تو لاکھوں کروڑوں فضلوں میں سے صرف ایک نہیں ہو رہا ہوتا جس کے نتیجہ میں آپ بے چین ہوتے ہیں۔ ایک گردہ کام کرنا چھوڑتا ہے تو اس کے پیچھے بھی اس کے سارے عوامل کام کرنا نہیں چھوڑ رہے ہوتے بلکہ بے شمار عوامل میں سے کوئی ایک کام کرنا چھوڑتا ہے اور ہر زندگی کے ذرے میں خدا تعالیٰ نے عوامل رکھے ہیں جو اس کی حفاظت کر رہے ہیں اور اس کو ہر قسم کے دکھ اور تکلیف سے بچا رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا فضل

ایک بہت معمولی جگہ سے بھی اٹھ جائے تو وہیں دکھ اور وہیں بے قراری پیدا ہو جاتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو آئندہ زندگی میں جہنم بنے گی بیمار لوگوں کے لئے۔ اس دنیا میں خدا بتاتا ہے کہ جس کو تم سمجھ رہے ہو کہ خدا کے بغیر تم صحت مند ہو اور پھر رہے ہو اور تمہیں کوئی تکلیف نہیں اور موجیں لوٹ رہے ہو اگر اللہ تمہاری مشینری میں سے کروڑ ہا کروڑ بلکہ ان گنت محرکات میں سے ایک محرک کو بھی اٹھا لے تو تم بے قرار ہو جاؤ گے۔ تمہارے لئے یہی دنیا یہی زندگی جہنم بن جائے گی۔ فرمایا تم پھر مجھ سے کیسے غافل ہو۔ جب میرے پاس آتے ہو تو میرے فضلوں کے وارث بن کر پہنچو کیونکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جب تعلق ٹوٹتا ہے، اُس وقت بیماری پیدا ہوتی ہے، اس وقت دکھ پیدا ہوتا ہے۔ اگر آپ عبد شکور بننا سیکھیں تو شکر کے ساتھ آپ کو بے انتہا قوی طاقتور دعاؤں کی توفیق ملے گی۔ اور جو دعائیں خوشیوں کے شکر میں بدلنے سے پیدا ہوتی ہیں وہ دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ اور ان کے نتیجہ میں مزید فضل پیدا ہوتے ہیں۔ تو یہ دوسرا حصہ ہے، طاقت کا سرچشمہ جس سے آپ تعلق جوڑیں کیونکہ پہلے بھی آپ کا تعلق ہے لیکن آپ کو معلوم نہیں اکثر صورتوں میں کہ کس طرح فائدہ اٹھانا ہے۔

تیسرا مرکزی نقطہ دعا کے لئے یا ایندھن جس سے دعا طاقت پاتی ہے وہ محبت ہے۔ کسی مقصد سے محبت ہو جائے تو اس کے لئے انسان مجنون ہو جاتا ہے اور محبت کے نتیجہ میں جو دعائیں ہیں وہ خدا تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ چنانچہ جو لوگ تبلیغ کرنے والے ہیں ان میں دو قسم کے ہیں اور جو تبلیغ نہیں کرتے ان میں بھی دو قسم کے ہیں۔ کچھ تو کہتے ہیں کہ ہم تبلیغ تو نہیں کرتے لیکن دعا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اگر تبلیغ سے محبت ہو اور پیار ہو اور جنون ہو تو دعا ہی پر انحصار ہو اور کوشش انسان نہ کرے۔ دعا اور کوشش حقیقت میں کبھی الگ نہیں ہو سکتے، دعا نام ہے سنجیدگی اور سچائی کا اور جو شخص سچائی سے کچھ حاصل کرنا چاہے وہ خود بڑھتا ہے اس طرف اور جب عاجز آ جاتا ہے اس وقت دعائیں اس کے کام آتی ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کھانا دیکھیں اور بھوک لگی ہو اور آپ دعا شروع کر دیں کہ اے خدا! یہ کھانا اٹھ کر میرے منہ میں آ جائے، میں اس تک نہیں پہنچنا چاہتا لیکن ہے مجھے بڑی محبت۔ ہاں اگر آپ ہاتھ بڑھائیں اور وہ آپ کے ہاتھ میں نہ آئے وہ اونچا ہو، کوئی ذریعہ نہ ہو اس تک پہنچنے کا پھر کوشش بھی کرتے چلے جائیں گے اچھلتے بھی رہیں گے ساتھ اس کو پکڑنے کے لئے لیکن دعا بھی ساتھ بے اختیار جاری ہوگی تو یہ دعا با مقصد دعا ہے ایک محبت کے نتیجہ

میں پیدا ہوئی ہے اس لئے اگر آپ خدا تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی رکھتے اور ایک عظیم انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں دنیا میں تو اس مقصد سے محبت پیدا کریں۔

جن لوگوں کو احمدیت سے عشق ہے اور پیار ہے ان کی دعاؤں میں تو ایک مجنونانہ کیفیت ہوتی ہے۔ جن کو اسلام سے سچی محبت ہے وہ تو محبت سے ایسا بے قرار ہو جاتے ہیں کہ ان کی دعائیں جاگ اٹھتی ہیں ان میں ایک زندگی پیدا ہو جاتی ہے، ایک کہرام مچ جاتا ہے۔ کہاں محبت کرنے والے کی دعا اور کہاں محبت سے خالی انسان کی دعا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں پڑھیں تو سہی، وہ ابھی پوری کیفیت کو بیان نہیں کر سکتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے وقت ہوا کرتی تھی فرماتے ہیں

ے دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضُعف دینِ مصطفیٰؐ

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۲۹)

میرے میں طاقت ہی نہیں ہے کہ مَیں محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کا ضعف دیکھوں میرے غم پر نظر فرما

ے شور کیسا ہے ترے کوچے میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

(سرمہ چشمہ آریہ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۴)

کام اللہ کا ہے اس نے کرنا ہے اور بندہ کا یہ حال ہے کہ بیقراری سے تڑپ رہا ہے زمین پر اور کہہ رہا ہے کہ اے خدا! میرے حال پر نظر کر میں مر جاؤں گا اگر تو نے دیر کی تو میرا کچھ بھی باقی نہیں ہوگا۔ یہ تڑپ ہے جو محبت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اب کہاں یہ دعائیں جو محبت سے طاقت حاصل کر رہی ہوں اور کہاں وہ خالم خولی دعائیں کہ اللہ میاں اسلام کو فتح دے، اللہ میاں احمدیت کو فتح دے۔ بہت فرق ہے ان دونوں چیزوں میں اسی لئے اپنی دعاؤں میں محبت پیدا کریں اور محبت کا دوسرا حصہ ہے خدا تعالیٰ سے ذاتی محبت

امرِ واقعہ یہ ہے کہ مقصد سے محبت بھی انسان کے اندر ایک سوز و گداز پیدا کر دیتی ہے لیکن مقصد سے محبت اصل میں ہو نہیں سکتی یعنی روحانی مقصد سے محبت جب تک خدا سے محبت نہ ہو۔ اللہ ہی سے محبت ہے جو بنی نوع انسان کی محبت میں بدلتی ہے اللہ ہی سے محبت ہے جو مقصد سے عشق پیدا

کردیتی ہے۔یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کا غم اس کے سوا کیا تھا کہ ایک اللہ ہے جو ایک عظیم الشان نعمت ہے جس کا کوئی حساب نہیں ہے کوئی اسکا کنارا نہیں ہے۔ لامتناہی نعمتوں کا خزانہ ہے اور بنی نوع انسان اس سے غافل ہیں اور اللہ سے ایسا عشق تھا ایسی محبت تھی کہ بے خدا لوگوں کو دیکھ کر دل جل جاتا تھا اور کٹ جاتا تھا۔تو یہ محبت دراصل خدا سے محبت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے یعنی مقصد سے محبت خدا ہی سے محبت کا ایک شاخسانہ ہے۔تو یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے اعلیٰ مقصد کے لئے دعا کرنی ہے لیکن اللہ سے محبت نہ ہو تو یہ دعائیں بے معنی سی ہو جائیں گی اس لئے اللہ تعالیٰ سے محبت کریں۔اور اگر اللہ تعالیٰ سے آپ محبت کریں گے تو وہ مقصود بالذات ہو جاتا ہے۔اس کے بعد باقی ساری دعائیں ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام فرماتے ہیں

دردو عالم مرا عزیز توئی
وآنچہ میخواہم از تو، نیز توئی

(درثمین فارسی)

کہ اے خدا خلاصہ یہ ہے میری دعاؤں کا کہ دردو عالم مرا عزیز توئی۔دونوں جہان میں تو ہی ہے جو مجھے پیارا ہے، وآنچہ میخواہم از تو، نیز توئی، مَیں جو مانگتا ہوں تجھ سے تجھے ہی مانگ رہا ہوں، تو مجھے مل جا مجھے سب کچھ مل گیا۔تو اللہ تعالیٰ کی ذاتی محبت کے بغیر کوئی احمدی روحانی طور پر زندہ نہیں ہوسکتا نہ اس کی دعائیں زندہ ہوسکتی ہیں اس لئے خدا تعالیٰ کی محبت کے معیار کو بلند کریں۔

اکثر انسان غفلت کی حالت میں دن گزارتے ہیں۔نہ غم سے فائدہ اٹھاتے ہیں نہ خوشی سے اور نہ کسی مقصد سے لگاؤ رکھتے ہیں اور اس آخری مقام کو نہیں پاسکتے جو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت کا مقام ہے اور ان تینوں سے بالا ہے۔ان سے اوپر اس کی منزل آتی ہے اور ایک احمدی نے جس نے دنیا میں بہت عظیم الشان کام کرنے ہیں اور انقلاب برپا کرنے ہیں اس کو سوچنا چاہئے کہ اس کے پاس ہے کیا؟ وہ کس طرح دنیا میں انقلاب برپا کرے گا؟ اگر جماعت احمدیہ اپنی ساری دنیا کی طاقتیں کسی ایک ملک میں اکٹھی کرلے اور صرف ظاہری طاقتوں پر انحصار کر کے وہاں انقلاب لانے کی کوشش کرے تو لازماً ناکام ہو جائے گی کیونکہ دنیا کے ذرائع جماعت کے ذرائع سے بہت زیادہ آگے بڑھ چکے ہیں اور اگر کسی ایک ملک کی جماعت احمدیہ خالصۃً اللہ کی ہو چکی ہو اور اس کے تمام افراد مرد و زن

بچے اور بوڑھے عورتیں اور مرد سب اہل اللہ ہو جائیں اللہ سے محبت کرنے لگیں اور وہ ساری دنیا کی تقدیر بدلنے کے لئے دعائیں کریں تو اس ایک ملک کی دعائیں ساری دنیا کی تقدیر بدل دیں گی۔

یہ وہ مرکزی نقطہ ہے جس کو بھلا کر آپ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے اہل اللہ بننا پڑے گا یعنی اللہ سے محبت کرنی پڑے گی اور جتنے دور ہیں خدا سے اتنی بے قراری دکھانی پڑے گی۔ خدا کے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہے مذہب کا مقصد ہی کوئی نہیں، بے معنی باتیں ہیں ساری۔ یہ ساری ورزشیں رہ جاتی ہیں بے مقصد عبادت اور کوشش اور قربانیاں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتیں اگر محبت الٰہی نہیں ہے اور یہ سب سے آسان کام بھی ہے اور سب سے اعلیٰ کام بھی ہے۔ اللہ کی محبت کو پیدا کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جس رنگ میں جس طرح بھی آپ خدا سے پیار کی باتیں کر سکتے ہیں کرنی شروع کر دیں۔ صبح کو، دوپہر کو، رات کو، یہ خیال کریں کہ جب بھی کوئی بات ہو کوئی تبدیلی ہو سب سے پہلے خدا یاد آئے۔ خوشی پہنچے تو پہلے خدا یاد آئے، غم پہنچے تو پہلے خدا یاد آئے، خوف ہو تو پہلے خدا یاد آئے، کچھ ملے تو خدا یاد آئے، کچھ کھوئیں تو خدا یاد آئے، اپنے بچوں کو پیار سے دیکھیں تو خدا یاد آئے، اپنے ماں باپ پر نظر کریں تو خدا یاد آئے یعنی سارے ماحول میں شش جہات میں آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں ہر طرف اللہ تک پہنچنے کی بصیرت پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اس کے لئے بھی دعائیں کریں۔ لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے خدا اگر ظاہر ہو تو یہ ہر جگہ موجود ہے۔ اس لئے اس کا ایک نام ظاہر بھی ہے۔ باطن بھی ہے اور ظاہر بھی ہے۔ ان لوگوں کے لئے باطن ہے ایک معنی میں جو غفلت کی نظر سے اس کو دیکھتے ہیں۔ ساری کائنات میں موجود ہونے کے باوجود ہر ذرہ میں ہونے کے باوجود وہ چھپا ہوا ہے نظر ہی نہیں کسی کو آتا اور وہ ظاہر ہوتا جاتا ہے ان لوگوں کے لئے جو محبت اور پیار کی نظر سے اس کو دیکھتے ہیں، ان کو ہر جگہ خدا ہی خدا نظر آنے لگ جاتا ہے۔

چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ آتا ہے کہ ایک دفعہ ان کے سامنے لڈوؤں کا ٹوکرا آیا اور باقی جو شاگرد تھے انکو انہوں نے دیا تقسیم کیا، کافی کافی لڈو ان کے ہاتھ آئے انھوں نے کھائے اور چند منٹوں میں فارغ بھی ہو گئے اور وہ اس وقت ایک خاص کیفیت میں تھے۔ یہ مطلب تو نہیں کہ وہ ہمیشہ اسی طرح کھایا کرتے تھے۔ اگر اسی طرح وہ کھاتے رہیں ہمیشہ تو کسی بزرگ کا ایک لڈو مہینے میں بھی ختم نہ ہو مراد صرف اتنی ہے کہ بعض خاص عشق کی حالتیں ہوتی ہیں ان میں انسان جب ڈوبنے لگتا ہے تو

ایک دانے میں بھی ڈوب جاتا ہے۔اور اہل اللہ پر ایسی حالتیں آجایا کرتی ہیں۔ بہر حال انہوں نے لڈو ہاتھ میں پکڑا اور اس میں سے ایک دانہ منہ میں ڈالا اور ان کا وہی دانہ ختم نہیں ہو رہا تھا اور باقی کھانے والے سب کچھ کھا بیٹھے تھے۔تو ایک شاگرد نے پوچھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے لڈو ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے اور ابھی ایک ہی دانہ کھایا ہے۔انہوں نے کہا جس جہان میں میں پہنچا ہوا ہوں اور جو لذتیں میں اٹھا رہا ہوں تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ میں نے جب منہ میں رکھا ایک دانہ تو مجھے خیال آیا کہ اس میں ایک جزو میٹھا ہے اور اس میٹھے کو خدا تعالیٰ نے مجھ تک پہنچانے کے لئے کتنا عظیم ایک کارخانہ جاری کیا ہوا ہے۔ایک دن ایک زمیندار اٹھا اور ہل لے کر ایک کھیت کی طرف روانہ ہوا اور وہاں اس نے محنت کی اور وہاں اس نے ایک بیج بویا اور پھر سارا سال اس کی پرورش کی، اس کو پانی دیا اور اس کی حفاظت کی پھر اس کو کاٹا پھر اس کا رس بنایا۔ پھر اس پر اس نے محنت کی، آگ جلانے کے لئے کوشش کی اور کچھ ذرے اس میں ایسے تھے جو خدا کے نزدیک مقدر تھے کہ وہ میرے منہ میں پہنچیں گے اور وہ ساری محنتیں اس لئے ہو رہی تھیں کہ خدا کے ایک بندہ تک ایک مٹھاس پہنچ جائے۔ کہتے ہیں میں سوچتے سوچتے یہاں پہنچا پھر مجھے خیال آیا کہ اس شخص کی محنت سے پہلے ہزار ہا لوگوں کی لامتناہی محنتیں بھی ہیں اور وہ ساری اس کھانڈ کے ایک ذرے میں پہنچ چکی ہیں جنہوں نے لوہے کو کانوں سے نکالا اور اس سے وہ اوزار بنائے اور جس کے نتیجہ میں اس نے ہل بنایا۔ پھر جنہوں نے لکڑی پر کام کیا اور وہ لوگ جو ہزاروں سال پہلے ان چیزوں کے موجد بنے۔اور ورثۃً آگے لوگوں نے ان سے یہ فیض پائے۔ یہ سارے زمانہ کی محنتیں سارے زمانہ کی دماغی کاوشیں جو اس پھل پر منتج ہوئیں جس پھل کو زمین میں گاڑا گیا اور اس سے پھر آگے زمین کو کاشت کیا گیا۔ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کی تھیں کہ خدا کے بندے ان سے فائدہ اٹھائیں اور پھر میٹھا بنے اور وہ میٹھا کسی کے منہ تک پہنچے۔تو مجھے تو یوں لگ رہا تھا کہ سارا کارخانہ قدرت کا مجھ تک ایک مزہ پہنچانے کے لئے وقف ہوا ہوا ہے۔ پھر اس کے دوسرے اجزا کی طرف توجہ گئی۔اب یہ اتنا لمبا مضمون ہے ظاہر بات ہے کہ ایک شخص جو اس مضمون میں ڈوب رہا ہو اور اس سے مزے اٹھا رہا ہو، اس وقت اس لڈو کی اس کے نزدیک کوئی بھی قیمت نہیں رہتی یعنی اس کے ظاہر کی اور وہ غائب ہو جاتا ہے۔اور خدا ظاہر ہو جاتا ہے اس کو کہتے ہیں خدا تعالیٰ کی صفتِ ظاہر وہ ان بندوں کے لئے جو اس سے پیار کرتے ہیں

بعض دفعہ اس طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہر مادی چیز غائب اور باطن میں چلی جاتی ہے اور صرف خدا ہی خدا نظر آ رہا ہوتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے تو لاکھوں کروڑوں رستے ہیں اور جس رستہ پر آپ خدا کو ڈھونڈیں گے وہاں آپ کو خدا نظر آئے گا اور وہ آپ کے لئے ظاہر ہوتا چلا جائے گا۔ جس کے لئے خدا ظاہر ہو جائے اس کے مقابل پر دنیا کی کوئی طاقت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی ۔ ناممکن ہے کہ پھر اس پر کوئی دنیا کی طاقت حملہ کرے اور اسے ناکام بنا سکے۔ اس لئے جتنی اللہ تعالیٰ خوش خبریاں عطا فرماتا جاتا ہے اتنا ہی میرے دل میں یہ فکر بڑھتا جاتا ہے کہ کاش ہم عبد شکور بن سکیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ناشکروں میں نہ لکھے۔ وہ ہم پر فضل فرما رہا ہے ہمارے استحقاق کے بغیر، وہ ہم پر رحمتیں نازل فرما رہا ہے باوجود اس کے کہ ہم بہت گنہ گار اور کمزور ہیں اور ہم پورا حق ادا نہیں کر رہے، اس کے باوجود اس کی رحمت کے فرشتے ہماری حفاظت بھی کر رہے ہیں ہمیں نئی نئی خوشخبریاں عطا کر رہے ہیں، ہمیں برکتوں پر برکتیں دیتے چلے جا رہے ہیں اور پھیلاتے چلے جا رہے ہیں دنیا میں، ہمارے ایمان کو بڑھا رہے ہیں، ہمارے اخلاص کو بڑھا رہے ہیں، ہماری خوشیوں میں برکت دے رہے ہیں، ہمارے اموال ہماری جانوں ہماری اولادوں میں برکت پر برکت دیتے چلے جا رہے ہیں۔

تو مجھے یہ غم کھاتا ہے کہ ہم عبد شکور بھی بن رہے ہیں کہ نہیں۔ اور عبد شکور اگر آپ بن جائیں اور اللہ تعالیٰ سے شکر کے نتیجہ میں محبت ہو جائے تو پھر اس کے فضلوں کی کوئی انتہا ہی نہیں رہے گی ۔ ساری دنیا کے خزانے آپ کے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے۔ تمام دنیا کی طاقتوں کی کنجیاں آپ کو پکڑائی جائیں گی، تمام دنیا کی ملکیت میں خدا تعالیٰ اپنے ساتھ شامل کر لے گا آپ کو۔ یہ ہے محبت کا آخری نتیجہ! اس لئے فکر کریں اور محبت پیدا کریں اور محبت کے لئے نہ علم کی ضرورت ہے اور نہ دولت کی ضرورت ہے نہ کسی اور ایسی دنیاوی ذرائع کی ضرورت ہے جس کے متعلق کوئی کہے کہ مجھے حاصل نہیں ۔ ایک درویش، ایک فقیر، ایک غریب اور ایک مسکین بظاہر دنیا کی نعمتوں سے محروم بھی جب خدا سے محبت کرتا ہے تو وہ اللہ والا بن جاتا ہے، اولیاء میں شمار ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ پر خدا عجائب کام دکھاتا ہے۔ یہ ہے محبت کا کرشمہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام فرماتے ہیں:

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم برہ یار تو یکساں کردی
(درثمین فارسی)

اے محبت! میں فدا ہوں تجھ پر تو نے تو عجیب کام کر کے دکھا دیئے ہیں۔ اللہ کی محبت مجھے ایسی عطا ہوئی اور اللہ کی محبت نے وہ کرشمے دکھائے کہ اب یار کے لئے زخم پہنچے یا مرہم عطا ہو دونوں کا ایک ہی مزہ آنا شروع ہو گیا ہے۔ خدا کی راہ میں جب میں تکلیفیں اٹھاتا ہوں تب بھی مزے اٹھا رہا ہوتا ہوں۔ خدا کی طرف سے جب نعمتیں مل رہی ہوتی ہیں تب بھی میں مزے اٹھا رہا ہوتا ہوں۔

تو محبت ہی ہے جو ایسے عجیب کرشمے دکھاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو خالص اپنی محبت عطا فرمائے عبد شکور بنائے اور یہ طاقت بخشے کہ ان کے غم بھی خدا کی طرف لے جائیں اور ان کی خوشیاں بھی خدا کی طرف لے جائیں اور وہ خدا ذاتی مقصود بن جائے ان کا، ایسی جماعت ہے جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا کرنے کے لئے آئے تھے اور یہ جماعت ایک جنت کا نمونہ ہے۔ آپ کی جنتیں جن کی آپ راہ دیکھ رہے ہیں وہ اسی بات میں ہیں یہ تین چیزیں آپ کو نصیب ہو جائیں تو آپ اس جنت کو پالیں گے جس جنت کی خدا تعالیٰ خوشخبریاں عطا کیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔